صاحبزادہ برق التوحیدی فیصل آباد

ہمارا نصاب تعلیم اور شیعی انداز فکر

اقوام کی تہذیب و تمدن کی ترقی و زوال میں جو اہمیت نصاب تعلیم کو حاصل ہے۔ وہ کسی صاحب دانش پہ مخفی نہیں۔ یعنی اگر کسی قوم کا نصاب تعلم ان کے صحیح افکار و نظریات کا عکاس ہوگا تو یقیناً اس کی نسل نو اس قابل ہوگی کہ وہ اپنے اسلاف کی وراثت کو کماحقہ سنبھال سکے اور اگر ان بچوں کو دی جانے والی تعلیم ایسی نہ ہو جس میں اسلاف کے کارہائے نمایاں کا ذکر ہو' قومی نظریات و افکار کا تزکرہ نہ ہو تو پھر نوجوان نسل سے یہ توقع رکھنا کہ وہ قومی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

ہم اگر موجودہ دور انحطاط کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا' جہاں اور بہت سے سیاسی و اخلاقی مفاسد نے ہمیں یہ روز سیاہ دکھایا ہے وہاں ایک بہت بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ ہم نے اپنی نوجوان نسل کی صحیح تربیت نہ کی' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ان نظریات سے نہ صرف دور ہوئی بلکہ ان کی مخالف ہوتی چلی گئی۔ یہی نظریات ہماری میراث افتخار تھی ـــ اور اس یورش میں تمام سے زیادہ دخل نصاب تعلیم کا ہے مثلاً برصغیر میں برطانوی استعمار کے خلاف ہمارے اسلاف ـــ جن میں خاندان صاد تپور' پٹنہ وغیرہ سرفہرست ہیں ـــ نے آواز اٹھائی تو اس آواز کو دبانے کے لئے برطانوی استعمار نے متعدد حربے استعمال کیے' ان میں سے ایک طریقہ جسے کامیاب طریقہ کہنا بے جا نہ ہوگا' یہ تھا کہ مسلمانوں کے بچوں کو ایسا نصاب تعلیم دیا کہ وہ از خود غیر شعوری پر اپنے نظریات سے نہ صرف یہ کہ منحرف ہوں بلکہ ان کے مخالف بن جائیں یہ تعلیمی انقلاب کیسے لایا گیا' ایک طویل داستان ہے لیکن اس کا مقصد وحید یہی تھا کہ مسلمانوں کی اولاد کو تعلیمی طور پر اس قدر مفلوج کردیا جائے کہ اسلام سے ان کا رشتہ برائے نام باقی رہے اور اپنی تہذیب و تمدن کے اثرات اس طرح پھیلائے جائیں کہ انہیں نہ صرف یہ کہ ان کا علم نہ ہو بلکہ وہ اپنی تہذیب سے دل برداشتہ ہوں اور اسے ایک

عیب تصور کریں ----- چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس مغربی نصاب تعلیم نے ہماری نوجوان نسل کو ایسا گمراہ کیا کہ خود ہماری تہذیب ہماری زبان سے دقیانوسی تہذیب کہلانے لگی۔ علاوہ ازیہ درسگاہوں میں کلیدی آسامیاں ایسے افراد کو دلائی گئیں جو نہ صرف کہ خود اسلامی تہذیب کے مخالف ہیں بلکہ اپنے معاندانہ افکار سے دوسوں کو قائل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تاکہ وہ نسل نو کو باآسانی اپنے اپنے دام تزویر میں پھنسا سکیں ۔ اس گہری سازش کا تعلق اگرچہ مذہب سے زیادہ سیاسی سمجھا گیا تاہم طلبہ میں سیاسی و مزہبی کج فکری ' تہذیب و اخلاق سے بیزاری اور قومی و ملی نظریات و افکار سے لاعلمی و بے تعلقی ' اس سازش کے ثمرات ہیں --- لیکن اس المیہ کی یہی انتہا نہیں بلکہ مزید افسوس یہ ہے کہ ہم نصاب تعلیم کی انقلابی و اصلاحی اہمیت و ضرورت کا اعتراف کرنے کے باوجود ان جراثیم کو اپنی درسگاہوں سے باہر نکالنے کا اہتمام نہیں کرتے ۔ ہماری ہر حکومت نے بارہا ایسا قدم اٹھانے کا سوچا ضرور لیکن اسکو عملی جامہ پہنانے سے دانستہ و نادانستہ تہی دامن رہی ۔

بہر حال یہ داستان دلگداز تو بہت طویل ہے جو کسی دوسری مجلس کی متقاضی ہے ' سردست ہم اصل مقصد کی طرف آتے ہیں کہ ہمارے نصاب تعلیم میں شیعی انداز فکر نے کیسے جگہ لی ؟ اس انداز فکر اور مغربی سوچ میں جو گہرا تعلق نسلا بعد نسل چلا آرہا ہے وہ کسی پہ مخفی نہیں چنانچہ ماضی قریب میں دینیات کے عنوان میں جس تخریب کاری کی تحریک کو چلایا گیا وہ یقیناً مغربی اشارہ پر نہ سہی اس کی تائید میں ضرور تھی کہ مسلمان نسل کو اسلام کی خشت اول ہی کے متعلق غلط سوچنے کا موقع فراہم کیا گیا ' اس انداز فکر پر مبنی سازش سے ہم نے ایک پمفلٹ بنام "سرکاری سازشی نتیجہ عوامی بغاوت ' میں پردہ اٹھایا اور مختصر طور پر اس کے مضمرات و اثرات کی نشاندہی کی ہے ---- یہ تو بہر حال حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مسئلہ پر سنجیدگی سے سوچے کہ نصاب تعلیم سے متعلق ایسی سازش کیوں اور کہاں ہوتی ہے ؟ جس کے نتیجہ میں نوجوان نسل ملک و دین سے برگشتہ و دل برداشتہ ہو جاتی ہے اور وہ اپنے تہذیب و تمدن کو ترک

کر کے مغربی تمدن کو برجیح دیتی ہے ۔ سرکاری مدارس کے رائج الوقت نصاب تعلیم کا تو یہ عالم ہے ہی کہ اس میں عیسائیت ' یہودیت اور افکار مغرب کو ایسے انداز میں سمویا گیا کہ عام قاری اور مبتدی اس کا اتنی جلد احساس نہیں کرپاتا ' جتنی جلد اس کا شکار ہو جاتا ہے ---- لیکن اس انداز فکر کی ریشہ دوانیوں سے مذہبی درسگاہوں کا نصاب تعلیم بھی محفوظ نہ رہ سکا ' مثلاً اس دماغ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ عوام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نعوذ باللہ برگشتہ و متنفر اور دل برداشتہ کیا جائے ' حالانکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں جن کی معرفت ہم تک دین حنیف کی یہ نعمت عظمٰی من و عن پہنچی ۔ اگر اس واسطہ و رابطہ کو ختم یا کمزور کردیا جائے تو اس کے علاوہ اور کیا نتیجہ ہوگا کہ دینی اقدار و روایات کا نہ صرف چہرہ مسخ ہو جائے گا بلکہ کلیتہ نسیاً منسیا ہو جائیں گی اور یہی مقصد ہے اس سیاست و سازش کا ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ علوم و فنون کی کتابوں مثلاً نحو و صرف اور معانی و مطالب میں ایسی مثالیں لائی جاتی ہیں جو شیعی انداز فکر کا شاخسانہ معلوم ہوتی ہیں --- اگر یہ کتب اہل سنت ہیں ۔ اگر یہ کتب اہل تشیع کی تصنیف ہوتیں تو ہمیں اتنا افسوس نہ ہوتا ۔ صدمہ تو اس بات پر ہے کہ لکھنے والے اہل سنت ہیں لیکن ذہن شیعی انداز فکر سے محفوظ نہیں ۔ مثلاً نحو کا مشہور مسئلہ ہے "الحروف التحضیض" یہ حروف چونکہ فعل کے صدور پر انگیخت اور کام پر آمادہ کرنے کے لئے آتے ہیں اسی وجہ سے انہیں حروف التحضیض کہا جاتا ہے اور یہ چار ہیں ۔ "ہلا' الا' لولا' لوما" ان میں سے لولا ایک تو اپنے اصل مبحث کے اعتبار سے معنی ادا کرتا ہے ' دوسرا یہ پہلے جملہ پر دوسرے جملہ کے نتیجتاً موقوف ہونے کے لے آتا ہے ' جیسے ارشاد باری تعالٰی ہے :

" لولا ینہٰھم الربٰنیون والاحبار عن قولہم الاثم واکلہم السحت لبئس ما کانوا یصنعون " (مائدہ ۶۳)

" لیکن فن کی متعلقہ کتب میں جو مثال پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے :

" لولا علی لھلک عمر "

یعنی "اگر حضرت علی نہ ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتے"

اس کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے کسی حاملہ عورت کے رجم کا حکم دیا تو حضرت علی نے سمجھایا کہ وضع حمل سے قبل اسے سزا نہیں دی جا سکتی ۔ چنانچہ حضرت عمر نے اپنے فیصلہ سے رجوع کرتے ہوئے یہ جملہ ارشاد فرمایا ۔ اب اس جملہ سے اہل تشیع نے یہ مفہوم اخذ کرتے ہوئے نعوذ باللہ حضرت عمر کی تخفیف کی مذموم کوشش کی ہے کہ دیکھیے ان کا علم کتنا سطحی تھا کہ حدود جیسے اہم مسائل سے بھی ناواقف ہیں ۔

اس اصولی طور پر اگرچہ متعدد جواب ہوسکتے ہیں کہ اولا حضرت عمر کا حاملہ عورت کے رجم کا حکم دینا موضوع روایت اور محض الزام تراشی ہے اور اسی طرح مجنونہ کے رجم کا ارادہ کرنا اس سے رجوع بھی اہل سنت کی کسی کتاب میں بسند صحیح ثابت نہیں ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو منہاج السنۃ اور السیف المسلول وغیرہ ۔ دوم یہ کہ بفرض محال اگر ایسا ہوا ہے تو اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت و منقبت ہے نہ کہ عیب و نقص ۔ کیونکہ جمیع علم کا احاطہ انسان کے بس کا روگ نہیں ۔ البتہ جب حق واضح ہو جائے اس کے سامنے سر تسلیم خم کردینا ایک ایسی مزیت ہے کہ :

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ :

سوم یہ کہ اگر اس میں نعوذ باللہ حضرت عمر کی کم علمی کا پہلو ہے تو پھر متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے ہیں جنھوں نے کوئی فتویٰ دیا اور پھر حق واضح ہونے پر رجوع کر لیا ۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق بیسیوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں ' مثلاً حضرت علی نے جب بعض غالی شیعہ کو آگ کا عذاب دینا چاہا تو حضرت ابن عباس نے حدیث سنائی کہ :

" لا یعذب بالنار الا رب النار "

یعنی "آگ سے صرف اللہ تعالیٰ ہی عذاب دے سکتے ہیں !"

تو آپ نے رجوع کرلیا ' اسی طرح آپ نے غالباً ایک عورت سے کہا تھا کہ تم عدت اپنے گھر میں گزارو ' حالانکہ اسے یہ عدت اپنے خاوند کے گھر میں گزارنا تھی ۔ تاہم ان باتوں سے حضرت علی کی تنقیص و تخفیف کا کوئی پہلو نہیں نکلتا ۔

چہارم اہل تشیع کے مشہور عالم محمد بن بابو یہ قمی "من لا یحضرہ الفقیہ" میں لکھتے ہیں ' کہ "حضرت علی نے ایک نابالغ لڑکے پر چوری کی حد مارنے کا حکم دیا ۔ (السیف المسلول) **فما کان جوابکم فھو جوابنا ۔**

غرضیکہ ان جوابات سے قطع نظر صرف و نحو میں ایسی مثال پیش کرنا ہے تو صرف قرآن حدیث ہی سے متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں ۔ مثلاً

" و لولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ فی الدنیا و لمسکم فی ما افضتم فیہ من عذاب الیم " (النور : ۱۴)

" لولا ان تدارکہ نعمۃ من ربہ لنبذ بالعراء وھو مذموم " (القلم ۴۹)

" لولا ان اشق علی امتی لا مرتکم بالسواک " (الحدیث)

افسوس ! ہمارے مصنفین و شارح اور مدرسین ایسے امثلہ کو خارج کرنے کی بجائے خاموشی سے گھنٹوں مسائل پر تقریریں تو کرتے ہیں لیکن اس غیر شعوری طور پر اٹھنے والے فتنہ کی نشاندہی کرنے سے قاصر ہیں ۔

اسی طرح علم معانی کی بقریباً تمام کتابوں کی یہ مثال اہل علم کے سامنے ہوگی کہ :

" رکب علی وھرب معاویہ "

مبحث کے لحاظ سے مثال کا اطلاق خواہ کچھ بھی ہو لیکن مشاجرات صحابہ کے سلسلہ میں جس طرح حب علی نہیں بغض معاویہ کا اظہار کیا گیا ہے ۔ کیا یہ اہل سنت کی نوجوان نسل کو متاثر کرنے کی ناپاک سازش نہیں ؟ ہمارا ایمان ہے کہ صحابی ہونے کی حیثیت میں دونوں اصحاب پیغمبر علیہ السلام میں کوئی فرق نہیں اور کسی مذہبی یا سیاسی آڑ میں جو بھی ان کے خلاف ہرزہ سرائی کرے گا ' وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے اور مشاجرات صحابہ میں ہمارا مسلک یہی ہے کہ :

" و لولا اذ سمعتوہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحنک ھذا بھتان عظیم " (النور ۱۶)

اسی کتاب کتب نحو کا ایک مبحث ہے ' حروف جارہ ---- ان حروف میں سے ایک حرف "من" ہے جو نسبت کے لیے بھی آتا ہے تو اس جگہ پر مصنفین نے مثال ذکر کی ہے کہ نبی علیہ الصلوہ والسلام نے حضرت علی سے فرمایا تھا :

" انت منی بمنزلہ ھاورن من موسی "

یہ حدیث جہاں سند کے اعتبار سے نہایت کمزور ہے وہاں واقعات و حقائق اور معنی کے لحاظ سے بھی غیر مستقیم ہے جبکہ اس کی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوبکر سے یہ فرمان بھی ثابت ہے کہ :

" انت منی بمنزلہ ھرون من موسی "

اور یہ حدیث روایہ و درایہ پہلی روایت سے زیادہ قرمن صحت و تمثیل و حقائق ہے ۔ یعنی نسبت خلافت میں جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام ' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ برحق تھے ۔ اسی طرح حضرت ابوبکر نسبت خلافت میں اولیں مستحق اور لائق خلافت تھے ' اگرچہ اس حدیث میں نسبی تعلق مراد لے کر معنی صحیح کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے ۔ لیکن وہ مفید مدعٰی نہیں اور اصل سوال یہ ہے کہ اہل سنت کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ خلافت جیسے اہم مسئلہ میں نوجوان نسل کے ذہن ایسی امثلہ سے مسموم کرنے کا موقعہ دیں جبکہ اور بہت سی امثلہ پیش کی جاسکتی ہیں ! بہرحال ہم ان امثلہ کو "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر عوام و خواص کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اگر واقعی اپنی نوجوان نسل کو راہ راست پر چلانا ہے تو نصاب تعلیم کو درست کرنا ہوگا اور اس سے سبائیت و یہودیت اور مغربیت کی پیدا کردہ ریشہ دوانیوں اور شکوک و شبہات کو خارج کرکے نسل نو کو تحفظ بخشتے ہوئے اس قابل بنانا ہے کہ وہ ان سازشوں کا کما حقہ دفاع بھی کرسکیں ۔ ہم ارباب اقتدار ارو درس نظامی کے اصحاب اختیار نیز مسند تدریس کے جانشینوں سے بھی گزارش کریں گے کہ وہ نصاب تعلیم سے

ان جراثیم کو نکالنے کی کوشش کریں اور بوقت درس طلبہ کو ان سازشوں سے آگاہ و خبردار کریں تاکہ ہماری نوجوان نسل صحیح طور پر اسلامی تہذیب و تمدن سے آراستہ ہوسکے اور اپنے اسلاف کی صحیح جانشین بن سکے۔

وما علینا الا البلاغ

اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

پرچے کی کاپیاں پریس میں جارہی تھیں کہ یہ اندوہناک خبر ملی کہ شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد انتقال فرما گئے ہیں۔ **انا للہ وانا علیہ راجعون**

مولانا ابوالبرکات احمد صاحب شہید اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیراور بے شمار جید علمائے اہل حدیث کے استاد تھے۔ اور قحط الرجال کے اس دور میں ان کی ذات علم و عمل کا ایک عظیم نمونہ تھی جن کا خلا شائد مدتوں پر نہ کیا جا سکے گا۔ آپ محدث عصر حافظ محمد گوندلویؒ کے شاگرد رشید تھے اور مدتوں حدیث کی خدمت کر کے اپنے حق شاگردی کو خوب نبھایا۔

(تفصیلات آئندہ شمارہ میں)